سید سلیمان ندویؒ اور ادارۂ الہلال

بعض ضروری وضاحتیں

مکرم، سلام مسنون

نومبر ۱۹۸۵ء کا "حکمت قرآن" نظر سے گزرا۔ اس میں میرا ایک مضمون "حیات سلیمانی کا ایک اہم ورق — سید سلیمان ندوی اور ادارہ الہلال" آپ نے شائع فرمایا ہے۔ اجازت دیں تو بعض اغلاط کی تصحیح کر دوں۔

۱ : ایک صاحب رکن الدین سہرامی کا نام کئی بار آیا ہے ان کا صحیح تخلص "دانا" تھا "رانا" کئی بار چھپا جو صحیح نہیں۔

۲: مسجد کان پور کے انہدام کے موقعہ پر "الہلال" میں سید صاحب کا جو مضمون چھپا اس کا عنوان "مشہد اکبر" تھا، نہ کہ "شہید اکبر"۔

۳۔ سید صاحب کا ایک مضمون بعنوان "اصلاح معاشرت اور اسلام" چھپا نہ کہ "اصلاح معاشرہ اور اسلام"۔

۴ : یہ مضمون "البلاغ" میں چھپا۔ فہرست میں اس کی دوسری قسط کا حوالہ رہ گیا۔ یہ قسط ۱۵ مارچ ۱۹۱۶ء کو چھپی۔

۵ : ایک مضمون "اساطیر الاوّلین" کے حوالے میں شمارۂ "الہلال" کی تاریخ اشاعت ۱۵/۱۳ غلط ہے صحیح تاریخ ۱۵/۲۲ ہے۔

۶ : یہ غلطیاں مضمون کی تحریر یا کتابت کا سہو ہو سکتی ہیں، لیکن ایک غلطی میرے سہو قلم کا نتیجہ ہے۔ اسکی اصلاح ضروری ہے، میں نے لکھا تھا۔

"مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا مسعود علی ندوی، مولانا عبدالسلام ندوی، مولانا عبدالباری ندوی اور مولانا عبدالرحمٰن ندوی نگرامی ... سب حضرات علامہ شبلی مرحوم کے چہیتے شاگرد اور مولانا آزاد ... الندوہ کے نائب مدیر تھے۔ اس زمانے (۶-۱۹۰۵) میں ان حضرات کے

مولانا آزاد سے جو دوستانہ روابط قائم ہوئے وہ زندگی بھر رہے"۔

اس عبارت میں مولانا عبدالرحمن ندوی نگرامی کا نام بے خیالی میں آگیا۔ اس وقت ان کی عمر ۲۵، ۲۶ سال سے زائد نہ تھی، ندوۃ العلماء میں ان کا تحصیلِ علم کا زمانہ بہت بعد کا ہے۔ اور مولانا آزاد سے ان کے روابط کی تاریخ بھی بعد میں شروع ہوتی ہے۔ مولانا آزاد سے انہیں اس وقت قرب حاصل ہوا جب ترک موالات کے زمانے (۱۹۲۰) میں مدرسہ اسلامیہ کلکتہ میں انہیں مدرس مقرر کیا گیا تھا۔ انہوں نے مولانا آزاد کے ہفت روزہ " پیام کلکتہ" میں بھی کام کیا، جب مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی اور مولانا آزاد گرفتار ہوگئے تو "پیام" کے چند پرچے توانہی نے مرتب کرکے شائع کیے۔ نگرامی مرحوم کا عین جوانی میں جبکہ ان کی عمر صرف ۲۷ برس کی تھی، ۶ مارچ ۱۹۲۶ کو انتقال ہوگیا۔ ان کے انتقال پر سید سلیمان ندوی نے معارف (اعظم گڑھ) میں بڑا ہی دلدوز نثری مرثیہ لکھا، ندوے کے حلقے میں ان کے انتقال سے صف ماتم بچھ گئی تھی وہ ندوہ کے ایک غیر معمولی ذہین سپوت تھے۔

یہ وہی صاحب ہیں جن کی بیوہ سے مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم و مغفور نے نکاح شرعی پڑھوا لیا تھا لیکن کچھ ہی عرصے کے بعد اسے بے رحمانہ طلاق دے دی تھی وابستگان ندوہ اس حادثہ فاجعہ پر خاموش رہے۔ حلقہ ہائے نیاز فتح پوری، خواجہ حسن نظامی، ڈاکٹر سعید احمد بریلوی خواجہ عزیز حسن بقائی اور دوسرے حضرات نے اس واقعہ کے خلاف آواز اٹھائی لیکن ان کے پاس اس کا علاج نہ تھا۔

۲ : یہ مضمون جواب حکمتِ قرآن میں چھپا مبری ۱۹۸۳ء کی تحریر ہے ۱۹۸۵ء میں سید سلیمان ندوی پر ایک تالیف (یادگار سلیمان از پروفیسر عبدالقوی دسنوی) سامنے آئی ہے۔ اس میں سید صاحب کے الہلالی مضامین کی جو فہرست مرتب کی گئی ہے، اس میں یہ مضامین بھی شامل ہیں۔

۱۔ الحریت فی الاسلام۔ نظام حکومت اسلامیہ ۲ جولائی تا ۸ اکتوبر ۱۹۱۳ء (چھ اقساط)

۲۔ تاریخ اسلام کا ایک غیر معروف صفحہ، ملک حبش میں اسلامی حکومت ۳ ستمبر تا یکم اکتوبر ۱۹۱۳ (دو اقساط)

۳۔ قصص القرآن، قصص بنی اسرائیل ۲۴ ستمبر تا ۱۹ نومبر ۱۹۱۳ (تین اقساط)

الہلال میں ان مضامین پر صاحب مضمون کا نام درج نہیں۔ ان کی ملکیت سے متعلق فاضل مرتب کے دلائل بھی سامنے نہیں، شاید انہوں نے سید صاحب مرحوم و مغفور کے بیان کو کافی سمجھ لیا ہے۔ بلاشبہ مرتب کو اسکا حق ہے کہ وہ کسی بھی بیان و دعوی کو اس بحث میں حرفِ آخر سمجھ لے لیکن یہ بیان واختیار حرفِ آخر نہیں، لیکن اس مسئلے میں بحث کا یہ موقع نہیں یہ بحث "سید سلیمان ندوی — تنقید و تبصرہ کی نگاہ میں" کا ایک

(باقی صہ ۴۹ پر)

سیرت وسوانح | قسط ۲

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ

نصرت علی اشہر

تعلیم و تدریس

جیسا کہ ابنِ تغری رقمطراز ہیں کہ آپ نے زندگی کا بہت زیادہ حصّہ علم کی تلاش میں سفر کرنے گزارا جس سے آپ کو جملہ علوم جیسے قرآن، حدیث، فقہ، ادب، تاریخ اور تصوف پر خاص دسترس ہوگئی[۲۱۵]۔ چار ہزار جید مشائخ کے علم سے ستورہ یہ آفتاب علم و عمل اطراف و اکناف کے تشنگانِ علم کے لیے مرکزِ رشد بن گیا۔ آپ کا گھر ہر وقت آنے جانے والوں سے گھرا رہتا [illegible] شہر میں یہ عالم ہوگیا تھا کہ جس کسی کو جو کوئی بھی مسئلہ پیش آتا وہ فوراً آپ کے پاس [illegible] خود فرماتے ہیں:-

[illegible] من مرو من الذی قرأت وتحبہ و
[illegible] ما ھاھنا للذی اراک تکرھہ لی۔ فکنت بمرو
لایکون امر الا اتونی فیہ، ولا مسئلۃ الا قالوا سئلوا
ابن المبارک۔[۲۱۶]

(یعنی فرماتے ہیں کہ میں مرو سے اس چیز کی وجہ سے نکل آیا جس کو آپ دیکھتے ہیں اور پسند کرتے ہیں اور میں وہ کچھ پسند کرتا ہوں جو یہاں ہے اور جسے تو دیکھتا ہے تو میرے لیے برا تصور کرتا ہے۔ میں جب مرو میں ہوتا تھا تو جس کسی کو جو مسئلہ بھی درپیش آتا وہ فوراً کہتے کہ عبداللہ بن المبارک سے جاکر پوچھیں)

---

۲۱۵ ابنِ تغری: نجوم الزاہرہ : ۲ : ۱۰۳ مطبوعہ مصر
۲۱۶ ابنِ جوزی: صفۃ الصفوہ : ۴ : ۱۰۹ مطبوعہ دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۳۵۶ھ

مرو میں آپ کا مکان خاصا بڑا تھا۔ اس کا رقبہ قریباً ۵۰ × ۵۰ مربع گز میں تھا۔ علماءٔ زہاد اور عباد کا یہاں ہر روز مجمع لگا رہتا۔ آپ جس وقت بھی باہر نکلتے تو فوراً بھاگ کر لوگ گھیرے میں لے لیتے۔[۲۱۷] اس مقبولیت اور وجاہت سے آپ کی قدر و منزلت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ علم پرور تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے:

"مجھے معلوم ہے کہ وہ قوم جو علم کی متلاشی ہوتی ہے اس پر اس تگ و دو میں بڑی بڑی مشکلیں اور امتحانی گھڑیاں آتی ہیں لیکن وہ احسان کا دامن نہیں چھوڑتیں اور بلند مقام پر فائز رہتی ہے۔ اگر ان کی مشکل گھڑیوں میں ہم انہیں اکیلے چھوڑ دیں تو ان کا علم ضائع ہوگا۔ اور اس کے برعکس اگر ان کی ضروری تکالیف کی گھڑیوں میں ان کی مدد کرتے رہیں تو اُمتِ محمدیہ کے لیے علم کو ترویج ملے گی اور میرے نزدیک منصبِ نبوت کے بعد سب سے افضل کام یہی ہے کہ علم کو حتی الامکان پھیلایا جائے۔"[۲۱۸]

آپ کی علم دوستی اور علم پروری مسلّم ہے۔ خود عالم تھے اور علم کی قدر جانتے تھے جس کی وجہ سے علماء کے بہت بڑے قدر دان تھے۔ علماءِ عصر آپ کی اس علم دوستی کے ساتھ ساتھ آپ کی وسعت علمی کے بھی معترف تھے۔ حسن بن شفیق فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ عشاء کی نماز مل کر پڑھی۔ دروازے سے باہر نکلے تو میں نے ایک حدیث کے بارے استفسار کیا۔ آپ نے اس سوال کے جواب میں خاصی دیر تک جواب دیا یہاں تک کہ صبح کی اذان تک ہم وہیں کھڑے رہے۔"[۲۱۹]

مرو میں لوگوں کا یہ ہجوم آپ کی علمی سرگرمیوں پر بڑا اثر انداز ہو رہا تھا۔ جس سے آپ کو بڑی اکتاہٹ ہوئی اور اسی اکتاہٹ کے ہاتھوں مجبور ہو کر کوفہ چلے آئے۔ یہاں آکر ایک چھوٹا سا مکان کرایہ پر لیا۔[۲۲۰] سارا سارا دن اسی میں بیٹھ کر کتابوں کا مطالعہ

---

۲۱۷ ابن تغری : نجوم الزاہرہ : ۲ : ۱۰۳ مطبوعہ مصر

۲۱۸ کردری : مناقب امام اعظم : ۱ : ۱۷۵ : مطبوعہ معارف دائرہ معارف نظامیہ حیدرآباد دکن ۱۳۲۱ھ

۲۱۹ صدیق حسن خان : اتحاف النبلاء : ۲۷۲ : مطبوعہ کانپور لکھنؤ (ہند) ۱۲۸۹ھ

۲۲۰ ابن جوزی : صفۃ الصفوہ : ۴ : ۱۰۹ : مطبوعہ دائرہ معارف عثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۳۵۶ھ

کرتے رہتے۔ صرف نماز کے اوقات میں مسجد جاکر نماز با جماعت ادا کرتے لیکن تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔ آپ ہزار کوشش کے باوجود تشنگانِ علم کی نظروں کے تعاقب سے بچ نہ سکے۔

وہب بن زمعہ سے فضالۃ النوسی کا ایک قول مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

"کنت اجلس اصحاب الحدیث بالکوفہ وکانوا اذا تشاجروا فی حدیث قالوا مروا بنا الی ھذا الطبیب حتی نسألہ یعنون عبداللہ بن المبارک" [۲۳۱]

"میں کوفہ کے اندر اصحابِ حدیث کی مجالس میں بیٹھا کرتا تھا اور وہ جب کبھی کسی حدیث کے اندر باہم اختلاف کا شکار ہوجاتے تو کہتے چلو ہمارے ساتھ اس طبیب کے پاس جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہم ان سے آکر پوچھنے۔ (اور طبیب سے مراد عبداللہ بن المبارک ہوتے تھے۔)

آپ کا ایک قول محبوب بن موسیٰ الفرا سے منقول ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے:۔

من بخل بالعلم ابتلی بلاث اما موت فیذھب علمہ، واما ینسی واما یصحب فیذھب علمہ۔ [۲۳۲]

"جو کوئی علم کے پھیلانے میں بخل سے کام لیتا ہے اسے تین طرح کے مرحلوں میں سے کسی ایک میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ یا اسے موت آجاتی ہے اور اس کا علم ختم ہوجاتا ہے یا اسے بھول جاتا ہے اور یا اپنے ساتھ رکھتا ہے اور دوسروں تک نہیں پہنچنے دیتا تو تب بھی وہ علم ختم ہوجاتا ہے۔"

آپ نہایت جامع اور مستند قسم کا درس دیتے تھے۔ زبان نہایت فصیح تھی۔ حروف کو اس طرح بولتے کہ دوبارہ ان کو بولنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی۔ نعیم بن حماد فرماتے ہیں:

ما رایت ابن المبارک یقول حدثنا لانہ یری اخبرنا اوسع وکان لایرد علی احد حرفا اذا قرأ [۲۳۳]

---

[۲۳۱] بغدادی : تاریخ بغداد : ۱۰ : ۱۵۶ مطبوعہ مصر ۱۳۴۹ھ

[۲۳۲] ابونعیم : حلیۃ الاولیا : ۸ : ۱۶۵ مطبوعہ مصر ۱۳۵۷ھ

[۲۳۳] ذہبی : تذکرۃ الحفاظ : ۱ : ۲۵۳

یعنی میں نے حضرت عبداللہ بن المبارک کو کبھی "حدثنا" کہتے نہیں دیکھا۔ اس لیے کہ آپ "اخبرنا" کے لفظ کو معانی میں وسیع سمجھتے تھے اور آپ کسی پر پڑھنے کے بعد الفاظ دہراتے نہیں تھے۔

ابنِ جریج فرماتے ہیں کہ ہم نے کوئی عراقی آپ سے فصیح تر نہیں دیکھا۔[۲۲۴]

آپ ادب کو تحصیلِ علم کے لیے بہت ضروری سمجھتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے تیس سال ادب اور بیس سال علم سیکھا۔[۲۲۵] اسی طرح ولید بن علتبہ آپ کا قول نقل کرتے ہیں، کہ ہم نے ادب سیکھا ہے اس لیے ہمارے پاس بھی مؤدب ہی آئیں۔[۲۲۶]

آپ اہلِ بدعت کو بہت بُرا خیال کرتے تھے۔ اسماعیل طوسی آپ کا قول روایت کرتے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مساکین کی مجالس میں بیٹھا کریں اور اہلِ بدعت کی مجالس سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں۔[۲۲۷]

اسی طرح ایک اور روایت کو عبد بن عمر سرخسی روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حارث نے کہا کہ میں نے صاحبِ بدعت کے ساتھ ایک دفعہ کھانا کھایا ہے۔ یہ بات حضرت عبداللہ بن مبارک تک پہنچ گئی تو آپ فرمانے لگے کہ میں تجھ سے تیس دن تک کلام نہیں کروں گا۔[۲۲۸]

آپ علماء کے وقار کے تحفظ کو بہت ضروری قرار دیتے تھے۔ اگر کوئی کسی عالم کی بے قدری کر دیتا تو سخت ناراض ہو جاتے۔ حبان بن موسیٰ سے روایت ہے کہ آپ لوگوں کو حدیث پڑھا رہے تھے تو آپ نے "حدثنی النعمان" کہا تو بعض نے استفسار کیا کہ آپ کی مراد کس سے ہے۔ تو آپ نے فرمایا میری مراد علم مغز امام ابوحنیفہ سے ہے۔ اس پر بعض لوگوں نے حدیث کے لکھنے سے اعراض کیا تو حضرت عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ تم لوگ کس درجہ کے بے ادب، مقام شیوخ سے جاہل اور علم کی معرفت میں گھٹیا

---

[۲۲۴] فقیر محمد جہلمی : حدائق الحنفیہ ؛ مطبوعہ نول کشور لکھنؤ (ہند) ۱۳۲۴ھ

[۲۲۵] ابن الجزری : طبقات القرا : ۱ : ۴۴۶ مطبوعہ مصر ۱۹۳۳ء

[۲۲۶] ابونعیم : حلیۃ الاولیاء : ۸ : ۱۶۹ مطبوعہ مصر ۱۳۵۴ھ

[۲۲۷] 〃 〃 : ۸ : ۱۶۸

[۲۲۸] 〃 〃 : ۸ ۱۶۸

ہو۔ اس قسم کا فرد آج تک پیدا کرنے کا اہل نہیں۔ آپ ایک پرہیزگار امام، بہترین اور متقی عالم اور فقیہہ تھے۔ آپ نے علم کو اس طرح کھول کے رکھ دیا جس طرح کوئی دوسرا اپنی بصیرت، فہم اور فطانت سے نہیں کھول سکا۔ بے شک جو کوئی اس کے اختیار کردہ راستے سے ہٹ کر علم کے حصول کی کوشش کرے گا، وہ گمراہ ہوجائے گا۔ اور اس کے بعد قسم اٹھا کر کہا کہ ایک ماہ تک اسی حدیث کا درس نہیں دیں گے۔ [۱۲۹]

آپ نے حدیث کی کتابت کو فروغ دیا۔ ایک دفعہ جب آپ طرسوس میں لوگوں کے بیچ بیٹھ کر حدیث کا درس دے رہے تھے اور لوگ لکھ رہے تھے حضرت ابو اسامہ گئے اور کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن! ہمارے اسلاف نے تو اس طریقہ کو پسند نہیں کیا اور ہم نے ایسے شیوخ کو بھی نہیں کرتے دیکھا جس طرح آپ کر رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا کہ بیس دن تک دورانِ حدیث یہی ہوتا رہے گا۔ پھر بیس دن گزرنے کے بعد جب وہ وہاں پہنچے اور وہاں سے گزرے تو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک اسی طرح محفلِ درس لگائے بیٹھے حدیثیں لکھوا رہے ہیں۔ حضرت ابو اسامہ کو دیکھ کر آپ نے کہا کہ یہ تو حجت ہے۔ جواب دیا کہ ابو اسامہ! حدیث کی لذت رکھنے نہیں دیتی۔ [۱۳۰]

آپ کی حدیث کی کتابوں سے بڑا مفید حصول تھا۔ عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے تھے کہ جو حدیث آپ کے علم میں نہیں وہ ہمارے علم میں بھی یقیناً نہیں ہے۔ [۱۳۱] اسی طرح یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ جو مسئلہ مجھے حضرت عبداللہ بن مبارک کی کتابوں سے نہ ملتا تو میں اس کے بارے میں مایوس ہوجاتا۔ [۱۳۲]

آپ حدیث کا درس کتاب سے دیا کرتے تھے۔ [۱۳۳] آپ نے تقریباً بیس ہزار کتب سے درس دیا۔ [۱۳۴] علی بن المدینی فرمایا کرتے تھے کہ علم دو آدمیوں پر ختم ہوجاتا ہے ایک حضرت عبداللہ بن مبارک اور ان کے بعد دوسرے حضرت یحییٰ بن معین پر۔ [۱۳۵] اسی طرح عمر بن

---

[۱۲۹] کردری: مناقب الامام ۱: ۳۰ مطبوعہ دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۳۲۱ھ

[۱۳۰] ابونعیم: حلیۃ الاولیاء ۸: ۱۶۵ مطبوعہ مصر

[۱۳۱] کردری: مناقب الامام الاعظم ۱: ۲۴۲ مطبوعہ دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۳۲۱ھ

[۱۳۲] بغدادی: تاریخ بغداد ۱۰: ۱۵۶ مطبوعہ مصر ۱۳۴۹ھ

[۱۳۳] عبدالحی لکھنوی: فوائد البہیہ: ۱۰۳ مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ

[۱۳۴] بغدادی: تاریخ بغداد ۱۰: ۱۶۴ مطبوعہ مصر ۱۳۴۹ھ

موسیٰ طرسوسی فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت سفیان ثوری کے پاس آیا اور کوئی مسئلہ پوچھا تو آپ نے پوچھا کہ تُو کہاں سے آیا ہے۔ اس نے جواب میں کہا کہ اہلِ مشرق سے آیا ہوں۔ آپ نے پھر پوچھا تو کیا اہلِ مشرق میں سب سے بڑھ کر عالم سے نہیں ملے۔ آدمی نے پوچھا کہ وہ کون ہے ؟ تو آپ نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک صرف مشرق کے ہی نہیں بلکہ اہلِ مغرب کے بھی عالم ہیں۔ غرض اس طرح کے کئی واقعات ہیں جن میں آپ کی علمی وسعت اور عظمت کا اعتراف کیا گیا ہے۔ [۲۳۶]

آپ کا قول ہے کہ علم کے لیے سب سے پہلے نیت، ہو پھر اس کا فہم و ادراک پھر اس پر عمل، اس کے بعد اس کا حفظ اور پھر اس کی نشر و اشاعت۔ [۲۳۷] آپ کی زندگی اس قول کی عملی تصویر تھی۔ اور اسی کا درس دیتے تھے۔ آپ اہلِ دل زاہد اور عابد تھے۔ خوف آخرت کا بڑا غلبہ تھا۔ اس لیے آپ جب کتاب الزہد والرقائق کا درس دیتے تو دھاڑیں مار مار کر یوں روتے جیسے کسی گائے کو ذبح کیا جا رہا ہو۔ اس حالت میں پھر کسی کی جرأت نہ پڑتی کہ کسی قسم کا کوئی استفسار کر سکے۔ [۲۳۸]

آپ کو جملہ علوم پر اچھا خاصا ملکہ حاصل تھا۔ عباس بن مصعب فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کی شخصیت، حدیث، فقہ، عربی ادب، تاریخ، شجاعت، سخاوت، تجارت اور افتراق میں ارتباط پیدا کرنے کی صلاحیتوں کی جامع تھی۔ [۲۳۹] مرو سے آپ جب چلے گئے تو عمار بن حسن نے شعر کی زبان میں حسرت کے ساتھ یوں خراجِ تحسین پیش کیا۔

اذا سار عبد اللّٰہ من مرو   فقد سار منہا نورہا وجمالہا
اذا ذکر الاحبار من کل بلدۃ   فہم انجم فیہا وانت ہلالہا [۲۴۰]

یعنی جب حضرت عبداللہ بن مبارک مرو سے چلے تو مرو کا سارا حسن و جمال بھی رخصت ہو گیا۔ ہر علاقے کے علماء اور فضلاء کو سامنے رکھتے ہوئے اگر کہا جائے تو وہ سب تارے تھے جن میں آپ چاند کی مانند تھے۔

---

۲۳۶ ابن جوزی؛ صفۃ الصفوہ : ۴ : ۱۱۳ مطبوعہ دائرہ معارف عثمانیہ حیدرآباد دکن سنہ ۱۳۵۶ھ
۲۳۷ ابنِ فرحون المدنی : دیباج المذہب : ۱۳۱ مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۳۰ھ
۲۳۸ ذہبی ؛ تذکرۃ الحفاظ : ۱ : ۲۵۴
۲۳۹ ابنِ حجر؛ تہذیب التہذیب : ۵ : ۳۸۵ مطبوعہ دائرہ معارف نظامیہ حیدرآباد دکن سنہ ۱۳۲۶ھ
۲۴۰ نووی : تہذیب الاسماء واللغات : ۱ : ۲۸۵ مطبوعہ دمشق

آپ سے ایک کثیر تعداد نے حدیث، قرآن، فقہ، تاریخ، ادب اور زہد کے ابواب میں علم حاصل کیا۔ آپ کے کئی ایک شیوخ نے بھی آپ سے روایت کی جس سے آپ کی عظمت اور صداقت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ سے فیوض و برکات حاصل کرنے والوں کی تعداد ان گنت ہے لیکن ہم صرف چند کا تذکرہ کر رہے تاکہ اندازہ ہو کہ آپ سے کس پایہ کے علماء و فضلاً نے استفادہ کیا۔

(۱) خراسان سے تلامذہ :-

(ا) مروزی (مرو کے علاقہ سے) :

۱- علی بن اسحاق السلمی : بنوسلمہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ابوالحسن کنیت تھی۔ اصلی شہر ترمذ تھا۔ آپ حضرت عبداللہ بن مبارک کے ایک مشہور و معروف شاگرد تھے

۲- معاذ بن خالد بن شقیق العبدی : ابوبکر کنیت تھی۔ دادا آزاد کردہ غلام تھے

۳- احمد بن محمد بن ثابت الخزاعی :

۴- ہارون بن معروف المروزی : ابوعلی کنیت تھی اور بغداد جانے والوں میں سے تھے۔

۵- یحییٰ بن اکثم بن محمد بن قطن تمیمی : ابومحمد کنیت تھی۔ قاضی رہے اور جید فقیہہ تھے۔

۶- حسین بن حسن بن حرب السلمی : آپ کتاب الزہد والرقائق کے راوی ہیں۔

۷- معاذ بن اسد بن ابی الغنوی : ــــ آپ حضرت عبداللہ بن مبارک کے کاتب تھے۔

۸- محمد بن اعین : ابوالوزیر کنیت تھی اور حضرت عبداللہ بن مبارک کے خادم تھے

۹- محمد بن مقاتل المروزی : ابوالحسن الکسائی کی کنیت سے معروف تھے۔ پہلے بغداد رہے اور پھر مکہ کے پڑوس میں رہنے لگے اور یہیں وفات پائی۔

۱۰- عتاب بن زیاد الخراسانی : ابوعمرو کنیت تھی۔ مرو کی وجہ سے مروزی بولے جاتے تھے۔

۱۱- عتبہ بن عبداللہ بن عبداللہ الیحمدی الازدی : آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔

۱۲- عثمان بن جبلہ بن ابی داؤد العتکی :

۱۳- عبداللہ بن عثمان بن جبلہ بن ابی داؤد : (آپ کا نام میمون تھا۔ ابن العتکی بولے جاتے تھے) ابوعبدالرحمٰن کنیت تھی۔ عبدان لقب تھا۔ آپ نے بیک قلم حضرت عبداللہ بن مبارک کی کتابیں لکھیں۔

۱۴- سوید ابن نصر بن سوید المروزی : ابو الفضل الطوسانی کنیت تھی۔ حضرت عبداللہ بن مبارک سے روایت کرتے تھے۔

۱۵- علی بن حجر بن ایاس السعدی : آپ کی کنیت ابوالحسن تھی۔

۱۶- علی بن حسن بن شقیق بن دینار : ابوعبدالرحمٰن کنیت تھی۔ آپنے کتاب سے حضرت عبداللہ بن مبارک کو چودہ مرتبہ سُنا اور آپ حضرت عبداللہ بن مبارک کی کتابوں کے بہت بڑے حافظ تھے۔ دوسرے راویوں میں سے ممتاز تھے۔

۱۷- عبدالعزیز بن ابی رزمہ : ابومحمد کنیت تھی۔ مرو کے بڑے اور اجلِ شیوخ میں سے ایک تھے جو حضرت عبداللہ بن مبارک کے ساتھ خاص ہو چکے تھے۔

۱۸- عبدہ بن سلیمان المروزی : ابومحمد کنیت تھی۔ ابوعمرو بھی بولتے تھے۔ مصیصہ آئے اور حضرت عبداللہ بن مبارک اور اسحاق الفزاری دونوں سے روایت کی۔

۱۹- سلیمان بن صالح اللیثی : آپ سلمویہ سے زیادہ مشہور تھے۔ آپ کو حضرت عبداللہ بن مبارک نے حدیث کے ساتھ خاص کر دیا۔ آپ سے سلیمان نے آٹھ سو احادیث سُنی جو ان کی کتابوں میں نہیں تھی۔

۲۰- سلمہ بن سلیمان المروزی : ابوسلیمان کنیت تھی۔ ابوایوب المؤدب سے بھی بولے جاتے تھے۔ آپ بڑے بڑے شاگردوں میں سے ایک تھے۔ تذکروں میں یہ بھی ملتا ہے کہ آپ حضرت عبداللہ بن مبارک کے روپے پیسے کا حساب رکھتے تھے۔ آپ نہایت ثقہ تھے۔

۲۱- حاتم بن یوسف بن خالد : ابوروح کنیت تھی۔ بڑے شاگردوں میں سے ایک تھے۔

۲۲- حبان بن موسیٰ بن سوار السلمی : آپ ابومحمد کی کنیت سے مشہور تھے اور نہایت ثقہ تھے۔

۲۳- اسحاق بن ابراہیم بن مخلد ابو یعقوب الحنظلی : ابنِ راہویہ کی کنیت سے مشہور تھے

۲۴- بشر بن محمد السختیانی : ابو محمد کنیت تھی اور مروزی مشہور تھے۔
۲۵- بور بن اصرم ابو بکر المروزی : آپ اپنی کنیت سے زیادہ مشہور تھے۔
۲۶- ابراہیم بن عبداللہ بن احمد المروزی : ابواسحاق خلال کنیت تھی۔
۲۷- حسین بن حریث : ابو عمار کنیت تھی۔
۲۸- یحییٰ بن عبداللہ بن زیاد بن شداد السلمی : ابوسہل کنیت تھی اور ابو ثلیث مروزی بھی مشہور تھے۔ آپ بلخی تھے اور بعد میں مرو سکونت پذیر ہو گئے۔
۲۹- وہب بن زمعہ تیمی : جن کی کنیت ابو عبداللہ تھی اور مروزی کہلاتے تھے۔

بخاری (بخارا کے علاقہ سے)

۳۰- محمد بن سلام بن فرج السلمی : ابو عبداللہ کنیت تھی اور ماوراء النہر کے محدث تھے۔
۳۱- اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ : آپ امام بخاری کے والد تھے۔

نیساپوری (نیساپور کے علاقہ سے)

۳۲- حسن بن عیسیٰ بن ماسرجس : ابو علی کنیت تھی۔ حضرت عبداللہ بن مبارک کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ پہلے نصرانی تھے۔ اور بعد میں آپ ہی کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔
۳۳- عبداللہ بن مطیع بن راشد البکری : ابو محمد کنیت تھی اور بغداد جانے والوں میں سے تھے۔

ہروی (ہراۃ کے علاقہ سے)

۳۴- اسماعیل بن ابراہیم بن معمر بن الحسن الہذلی : ابو معمر کنیت تھی بغداد جانے والوں میں سے تھے۔
۳۵- عبدالسلام بن صالح بن سلیمان : ابوالصلت مروزی کی کنیت سے مشہور تھے

بلخی (بلخ کے علاقہ سے)

۳۶- ابراہیم بن یوسف بن میمون الباہلی : آپ صاحب الرائے تھے۔ الماکیانی کی کنیت سے معروف تھے۔

عراق سے تلامذہ :-

۳۷ کوفی :- اسید بن زید بن نجیح الجمال الہاشمی [illegible] آزاد کردہ غلام تھے۔

۳۸- زکریا بن عدی بن زریق [illegible] : ابو یحییٰ کنیت تھی بغداد گئے تھے۔

۳۹- ابراہیم بن یوسف الحضرمی۔

۴۰- عبداللہ بن صالح الازدی : ابو صالح کنیت تھی

۴۱- عبدالرحمٰن بن صالح الازدی : ابو محمد کنیت تھی۔ بغداد جانے والوں میں سے تھے۔

۴۲- عبدالحمید بن صالح بن عجلان : [illegible]۔

۴۳- عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ۔

۴۴- علی بن ہشام بن علی العامری : [illegible] کنیت تھی۔ نیساپور جانے والوں میں سے تھے۔

۴۵- علی بن سعید بن مسروق : ابو الحسن کنیت تھی۔

۴۶- علی بن حکیم بن زبیان الاودی : ابو الحسن کنیت تھی۔

۴۷- محمد بن عبید بن محمد بن واقد المحاربی : ابو جعفر النحاس مشہور تھے۔

۴۸- محمد بن الصلت بن الحجاج الاسدی : ابو جعفر الاصم مشہور تھے۔

۴۹- مسروق بن مرزبان بن مسروق بن معدان الکندی : ابو سعید کنیت تھی۔

۵۰- اسماعیل بن ابان الوراق الازدی : ابو اسحاق کنیت تھی۔ ابو ابراہیم بھی بولے جاتے تھے۔

بصرہ :

۵۱- مسلم بن ابراہیم الازدی : حافظ حدیث تھے اور ابو عمرو کنیت تھی۔

۵۲- عبیداللہ بن تمیط بن عجلان الشیبانی : آپ کو تمیمی بھی کہا جاتا ہے۔

۵۳- نصر بن علی بن نصر بن علی بن صہبان الازدی : آپ کی کنیت ابو الحسن البصری تھی۔

۵۵- عبداللہ بن محمد بن اسماء الضبعی : آپ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن البصری تھی۔
۵۶- سلیمان بن داؤد العتکی : حافظِ حدیث تھے۔ بغداد بھی آئے اور ابوالربیع زہرانی، بصری کنیت کرتے تھے۔
۵۷- بشر بن السری : ابو عمرو کنیت تھی۔ مکہ میں جا کر ٹھہرے۔
۵۸- بشار بن موسیٰ الشیبانی : آپ کو عجلی بھی کہا جاتا ہے۔ کنیت ابو عثمان تھی اور بغداد بھی گئے تھے۔
۵۹- ابراہیم بن نافع الناجی الجلاب البصری ۔

بغداد میں سے تلامذہ :

۶۰- یحییٰ بن ایوب المقابری : آپ نہایت عبادت گزار تھے۔ ابو زکریا آپ کی کنیت تھی
۶۱- یحییٰ بن معین بن عوف الغطفانی : آپ جرح و تعدیل کے امام مانے جاتے ہیں ابو زکریا کنیت تھی۔
۶۲- منصور بن ابی مزاحم بشیر الترکی الازدی : ابو نصر کنیت تھی۔ ازد کے آزاد کردہ غلام تھے۔
۶۳- محمد بن بکار بن الریان الہاشمی : بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ابو عبداللہ کنیت تھی۔ رصافی بھی مشہور رہیں۔
۶۴- محمد بن حسان بن خالد الضبی السمتی : ابو جعفر آپ کی کنیت تھی۔
۶۵- محمد بن الصباح الدولابی : ابو جعفر کنیت تھی۔ کپڑے کے تاجر تھے۔ بنو مزینہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ دولابی کی نسبت مرو کی ایک بستی دولاب کی وجہ سے ہے۔ آپ صاحب السنن تھے۔
۶۶- محمد بن عیسیٰ بن نجیح البغدادی : آپ شام کے ساحل کے قریب رہتے تھے اور ثغر میں وفات پائی۔
۶۷- ابو عبید القاسم بن سلام البغدادی : آپ فقیہہ تھے۔ قاضی بھی رہے اور کئی تصانیف کیں۔
۶۸- سعید بن یحییٰ بن سعید بن ابان الاموی : ابو عثمان آپ کی کنیت تھی۔

۶۹۔ حکم بن موسیٰ بن ابی زہیر شیرزاد البغدادی: ابوصالح قنطری کنیت تھی۔
۷۰۔ حسن بن عرفہ بن یزید العبدی: ابوعلی کنیت تھی۔ المؤدب بھی بولے جاتے تھے۔
۷۱۔ مہدی بن حفص البغدادی: ابواحمد آپ کی کنیت تھی۔

جزری تلامذہ :- (رقہ سے)

۷۲۔ یوسف بن مروان النسائی: ابوالحسن کنیت اور مؤذن مشہور تھے۔ بغداد جانے جانے والوں میں سے ہیں۔
۷۳۔ اسماعیل بن عبداللہ بن خالد بن یزید القرشی: ابوالحسن کنیت تھی۔ قاضی دمشق تھے۔
۷۴۔ (حران) خضر بن محمد بن شجاع الجزری: ابومروان کنیت تھی۔ صرافی بھی کہلاتے تھے۔ اس لیے کہ حران کے تھے۔
۷۵۔ عبداللہ بن محمد بن علی بن نفیل بن زراع بن علی: آپ کے بارے میں ابوعبداللہ بن قیس بن عصم القضاعی بھی مشہور ہے۔ ابوجعفر آپ کی کنیت تھی۔

شام سے تلامذہ :-

۷۶۔ سنید بن داؤد المصیصی: آپ مصیصہ سے تھے۔ ابوعلی المحتسب آپ کی کنیت تھی۔ نام آپ کا حسین اور سنید لقب تھا۔
۷۷۔ عبدالملک بن حبیب المصیصی: ابومروان کنیت تھی اور کپڑے کے تاجر تھے۔
۷۸۔ محمد بن عیینہ الفزاری: ابوعبداللہ کنیت تھی۔
۷۹۔ محمد بن سلیمان بن حبیب بن جبیر الاسدی: کوفی الاصل تھے۔ ثغر سے رابطہ تھا اور مصیصہ میں آپ کا خاصا اثر تھا۔ ابوجعفر کنیت اور العلاف لقب تھا۔
۸۰۔ محمد بن حاتم بن یونس: آپ ایک عبادت گزار محدث تھے۔ ابوجعفر کنیت تھی۔
۸۱۔ محمد بن اسعد التغلبی: کوفی الاصل تھے۔ ابوسعید کنیت تھی۔
۸۲۔ محمد بن آدم بن سلیمان الیمنی: آپ کا شمار ابدال میں ہوتا تھا۔
۸۳۔ سعید بن المغیرہ الصیاد: ابوعثمان آپ کی کنیت تھی۔

الطاکی :

۸۴- موسیٰ بن ایوب بن عیسیٰ النصیبی : ابو عمران آپ کی کنیت تھی۔

۸۵- محبوب بن موسیٰ : ابو صالح آپ کی کنیت تھی۔

۸۶- محمد بن عبدالرحمٰن بن حکیم بن سہم الانطاکی :

۸۷- خالد بن یزید بن ابی الخا دالاموی :

مندرجہ بالا کی علاقائی فہرست کے علاوہ بھی آپ کے وہ شاگرد جو زیادہ مشہور ہیں اور وہ انہی علاقوں سے متعلق ہیں، نیچے ذکر کیے جاتے ہیں۔

(۱) سفیان بن عیینہ	(۲) معمر بن راشد
(۳) ابواسحاق الفزاری	(۴) جعفر بن سلیمان الضبعی
(۵) معتمر بن سلیمان	(۶) داؤد بن عبدالرحمٰن العطار
(۷) لقیہ بن الولید	(۸) فضیل بن عیاض
(۹) یحییٰ بن سعید القطان :	(۱۰) ولید بن مسلم
(۱۱) عبدالرحمٰن بن مہدی	(۱۲) ابوبکر بن عیاش
(۱۳) یحییٰ بن آدم	(۱۴) مسلم بن ابراہیم
(۱۵) سفیان ثوری	(۱۶) نعیم ابن حمار
(۱۷) ابراہیم بن اسحاق الطالقانی	(۱۸) احمد بن محمد مردویہ
(۱۹) زکریا بن عدی	(۲۰) سعید بن عمرو الاشعثی
(۲۱) حکم بن موسیٰ	(۲۲) سفیان ابن عبدالملک المروزی
(۲۳) ابوبکر بن ابی شیبہ	(۲۴) عثمان بن ابی شیبہ
(۲۵) علی بن حجر	(۲۶) یحییٰ بن ایوب المقبری
(۲۷) محمد بن مقاتل المروزی	(۲۸) ابوبکر بن اخرم

علوم قرآن اور عبداللہ بن مبارک

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری نازل کردہ کتاب ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان

کی رشد و ہدایت پنہاں کر رکھی ہے۔ گویا قرآن مجید تمام دینی و دنیوی علوم کا خزینہ ہے۔ حضرت علی رضؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میرے اونٹ کی رسی بھی گم ہو جائے تو میں اسے قرآن مجید سے تلاش کروں گا۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا دور وقتِ نزول کے کسی حد تک قریب تھا۔ اِس وقت اس انقلابی کتاب کی حکمتوں اور دانائیوں کا براہِ راست رسولِ خدا سے راز حاصل کرنے والوں کے کئی شاگرد مختلف علاقوں میں اس کتاب الہدیٰ کی تعلیم پر مامور تھے۔ اس دور میں علم صرف دو ہی تھے۔ ایک قرآن اور دوسرے حدیث — جو اس کی تفسیر تھی۔ باقی تاریخ، تصوف، ادب وغیرہ سب اس کے تشریحی اور جزئیاتی باب سمجھے جاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک جوں ہی سنبھلے، دیندار والد نے فوراً قرآن کی تعلیم کا انتظام کیا اور اِس طرح عبداللہ بن مبارک قرأتِ قرآن پر بچپن ہی میں کافی استعداد حاصل کر گئے۔ کچھ اور بڑے ہوئے۔ جوانی کا دور آیا اور متمول گھرانے کے اس نازک پھول کو ماحول کے بدقماش لونڈوں نے گھیر لیا۔ جس سے صحبت بگڑ گئی۔ اور اکیس سال تک لہو و لعب کی زندگی میں میں پڑے رہے یہاں تک کہ جب برائی کی آخری حد پر پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا انتظام کیا اور زندگی بدل گئی۔ یہاں سے پھر آپ کی دوسری زندگی کا آغاز ہو گیا۔ جس میں معرفتِ ربّی کا شوق برابر بڑھتا گیا۔ یہ شوق اور لذت پھر آپ کے ساتھ آخری دم تک رہی۔ ذیل میں ہم قرآنی علوم کے مختلف پہلوؤں اور حضرت عبداللہ بن مبارک کے ان سے تعلق کا جائزہ لیتے ہیں۔

قرأتِ قرآن

قرآن مجید کے الفاظ کو صحیح طور سے ادا کرنا۔ ایک اچھے خاصے علم اور عمل کا متقاضی ہے۔ اِس کے لیے اِس دور میں کئی جید اور فصیح اللسان قاری موجود تھے جو صحابہ کرام کے طریق قرأت کے وارث تھے۔ چنانچہ آپ کی خوش قسمتی کہ آپ کو صحابہ کرام کے تربیت یافتہ قاری مل گئے اور آپ نے ان سے قرأت سیکھی۔ آپ کے قرأت کے اساتذہ میں عیسیٰ بن عمر الاسدی[۱۴۲] — زبان بن العلا بن عمار ابو عمرو التیمی اور حمزہ بن حبیب الزیات بہت

---

۱۴۲ لہ عبدالمجید المحتسب : عبداللہ بن مبارک : ۳۰ : ۲۷ : ۳۱ مطبوعہ عدن ۱۳۹۲ھ